۳۵

(فرمودہ ۵ ؍نومبر ۱۹۴۶ء بمقام باغ حضرت ام المؤمنین قادیان)*

انسان کی زندگی پر مختلف مواقع آتے ہیں کبھی اسے بڑی باتیں ضرورتاً کہنی پڑتی ہیں اور کبھی اسے چھوٹی باتیں ضرورتاً کہنی پڑتی ہیں۔ کبھی وہ چھوٹی بات کہتا ہے جو بظاہر بڑی نہیں ہوتی مگر حقیقتاً بڑی ہوتی ہے اور کبھی وہ چھوٹی بات اس لئے کہتا ہے کہ کئی چھوٹی باتیں کہنی بھی ضروری ہوتی ہیں۔ آج کی عید جو عید الاضحیہ کہلاتی ہے یہ وہ عید ہے جو حضرت ابراھیم علیہ السلام اور ان کے لڑکے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی کی یادگار کے طور پر اسلام میں منائی جاتی ہے۔ یہ وہ عید ہے جو ہر سچے مسلمان سے یہ اقرار لیتی اور اس سے یہ عہد کراتی ہے کہ اس کی زندگی اس کی جان اور اس کا مال صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے اور وہ ہر وقت اپنی جان اور اپنے مال کو قربان کرنے کے لئے خدا تعالیٰ کے حضور حاضر ہے۔ پس یہ عید اپنے اندر نہایت اہمیت رکھتی ہے اور یہ خدا تعالیٰ کے سامنے مومنوں کے اخلاص کے اظہار کے لئے عظیم الشان مواقع میں سے ایک موقع ہے مگر آج مَیں اس عید کے سلسلے میں ان باتوں کے متعلق زیادہ کچھ نہیں کہنا چاہتا سوائے ایک چھوٹی سی بات کے اور جو اس سے پہلے کسی عید کے موقعہ پر مَیں نے بیان نہیں کی۔ مگر آج بیان کرتا ہوں۔ اور وہ بات یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو رؤیا میں نظر آیا کہ وہ اپنے بیٹے کی قربانی دے رہے ہیں۔ تو آپ نے اپنے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے اس کا ذکر کیا کہ رؤیا میں مَیں نے دیکھا ہے کہ مَیں تمہیں قربان کر رہا ہوں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے اپنے باپ سے یہ سُنکر اس پر آمادگی کا اظہار کیا اور کہا آپ اسے پورا کیجئے۔ مجھے اس میں ہرگز عذر نہیں ہو سکتا اور مَیں بخوشی اس کے لئے تیار ہوں اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام چھری لے کر اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کے لئے تیار ہو گئے آپ نے اپنے بیٹے کو زمین پر گرایا اور جب چھری چلانے لگے تو ذبح کرنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا بس بس! یٰاِبْرٰھِیْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا۔ اے ابراہیم (علیہ السلام) تو نے اپنی خواب پوری کر دی۔ اب اس قربانی کی ضرورت نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَفَدَیْنٰہُ

---

* اعلان کے مطابق عید الاضحیہ کی نماز عید گاہ میں پڑھی جانی تھی (الفضل ۴ ؍نومبر ۱۹۴۶ء صا) مگر الفضل ۷ ؍نومبر ۱۹۴۶ء صا پر لکھا ہے کہ حضور نے نماز عید باغ حضرت ام المؤمنین میں پڑھائی (مرتب)

بِذِبۡحٍ عَظِیۡمٍ ۔ ہم نے اس کی جگہ ایک اور ذبیحہ پیش کر دیا۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ ذبیحہ کونسا تھا۔ بائبل سے پتہ لگتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس کی جگہ مینڈھے کو قربان کرنے کا حکم دیا۔ مگر سوال یہ ہے کہ جب رؤیا والی انسانی قربانی سے مراد حقیقی قربانی نہ تھی اور خدا تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کی نیت کو ہی دیکھ کر کہہ دیا کہ بس تمہاری قربانی ہوگئی۔ تو جانور کی قربانی کا حکم دینے کی ضرورت ہی کیا تھی اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذریعہ انسانی قربانی کے رواج کو ہمیشہ کے لئے بند کر دیا اس سے پہلے لوگ انسانوں کی قربانی دیا کرتے تھے۔ اور بڑے بڑے زاہد جو نیکی اور تقویٰ کی راہوں کو اختیار کرتے تھے اپنا آخری امتحان یہ سمجھتے تھے کہ اپنی اولاد کو خدا تعالیٰ کی راہ میں قربان کر دیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی اسی رواج کو مدنظر رکھتے ہوئے انسانی قربانی کے لئے کھڑے ہوگئے اور آپ نے رؤیا سے یہ سمجھا کہ خدا تعالیٰ کہتا ہے اپنے بیٹے کو قربان کر دو اور اس خیال سے کہ غالباً اس رؤیا سے مراد ظاہری صورت میں بیٹے کی قربانی ہے وہ اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کے لئے تیار ہوگئے مگر خدا تعالیٰ نے اس سے منع کر کے بتا دیا کہ ہم آئندہ کے لئے انسانی قربانی کا رواج بند کرتے ہیں اور یہ بھی بتا دیا کہ اگر کوئی رؤیا میں اپنے بچے کو ذبح کرتے دیکھے تو اس کی جگہ دنبے کی قربانی کرے۔ اور آج کے بعد انسانوں کی بجائے جانوروں کی قربانی کی جائے۔ پس اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو انسانی قربانی کے لئے اس لئے کہا تھا کہ اس طرح سے انسانی قربانی کو بند کر دے۔ پس ایک وجہ تو اس کی یہ ہے جو میں نے بارہا بیان کی ہے۔ مگر اس کی ایک اور وجہ بھی ہے اور وہ یہ کہ بعض جگہ لوگ جانی قربانی تو بڑے شوق سے کر دیتے ہیں مگر انہیں مالی قربانی سے دریغ ہوتا ہے۔ جانی قربانی ایسی ہے جس کا ازالہ نہیں ہو سکتا اور مالی قربانی کا ازالہ ہو سکتا ہے پس جہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا امتحان لیا کہ وہ خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنے بیٹے کو قربان کرنے کے لئے تیار ہوتے ہیں یا نہیں اور جہاں خدا تعالیٰ نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا امتحان لیا کہ وہ اپنی جان کو میرے حضور پیش کر سکتے ہیں یا نہیں اور جہاں خدا تعالیٰ نے انسانی قربانی کو آئندہ کے لئے بالکل منسوخ کر دیا اور فرمایا کہ آئندہ سچے مذہب میں انسانی قربانی نہیں ہوگی۔ انسانی قربانی صرف جہاد کے موقعہ پر کی جائے گی بلاوجہ نہیں کی جائے گی وہاں دوسری طرف خدا تعالیٰ نے یہ بھی کہہ دیا کہ صرف جانی قربانی پر ہی خوش نہیں ہو جانا چاہیئے۔ تم سے مالی قربانی کے مطالبے بھی کئے جائیں گے اور تمہارے لئے ضروری ہوگا کہ تم مالی قربانی بھی پیش کرو۔ دنیا میں کئی ایسے زمانے آتے ہیں کہ لوگ جانی قربانی تو کرتے ہیں

مگر مالی قربانی نہیں کر سکتے اس لئے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ مینڈھے کی قربانی کیا کرو تاکہ تمہاری مالی قربانی کا بھی امتحان ہو جائے۔ کسی شاعر نے اس کی مثال دیتے ہوئے فارسی میں یہ شعر کہا ہے ؎

گر جاں طلبی مضائقہ نیست

یعنی اگر جان مانگو تو کوئی حرج نہیں لیکن دوسرے مصرعہ میں کہتا ہے۔

گر زر طلبی سخن درین است٭

اگر روپیہ مانگو تو اس میں مجھے اعتراض ہے بظاہر تو یہ بات بڑی عجیب معلوم ہوتی ہے کہ ایک شخص اپنی جان دینے کو بخوشی تیار ہو جائے مگر وہ روپیہ نہ دے لیکن دنیا میں بہت سے ایسے دَور بھی آتے ہیں جب لوگوں کی ذہنیتیں یہ شکل اختیار کر لیتی ہیں۔ چنانچہ آجکل کے غیر احمدیوں پر بھی یہ دَور آیا ہوا ہے۔ دیکھو کس طرح ہندوستان میں ہزاروں ہزار مسلمان مارے جا رہے ہیں۔ یوں تو ہمارے احمدیوں کے بھی زخمی ہونے کی خبر آئی ہے گو کسی کے مارے جانے کی خبر نہیں آئی۔ اس کے علاوہ احمدیوں کی کئی عمارتیں جلا دی گئی ہیں حالانکہ جھگڑا ہندوؤں اور دوسرے مسلمانوں کے درمیان تھا۔ لیکن جہاں تک عام مسلمانوں کا سوال ہے یہ ایک حقیقت ہے کہ ہندو ان صوبوں میں کہ جہاں ہندو اکثریت ہے بے رحمی سے مسلمانوں کو مار رہے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں مسلمانوں میں بھی جانی قربانی کا جذبہ تو پایا جاتا ہے خواہ وہ لغو ہی کیوں نہ ہو اور خواہ وہ فضول ہی کیوں نہ ہو مگر جذبہ ضرور موجود ہے۔ (چنانچہ اس جذبہ نے نواکھالی اور ملتان راولپنڈی میں نہایت افسوسناک صورت اختیار کر لی) لیکن ایسے واقعات پڑھ کر کہ فلاں صوبہ کے مسلمانوں کو ہندوؤں نے گاجر مولی کی طرح کاٹ کاٹ کر پھینک دیا۔ حیرت آتی ہے کہ مسلمان کیوں ان جانوں کو بچانے کی کوشش نہیں کرتے حالانکہ تھوڑی سی کوشش کر کے ان کو بچایا جا سکتا ہے اور وہ اس طرح کہ مسلمان روپیہ خرچ کرنے سے دریغ نہ کریں اور پورے طور پر منظم ہو جائیں تب یہ جانی قربانی مٹائی جا سکتی ہے ورنہ اس کے علاوہ اور کوئی صورت مسلمانوں کے بچنے کی دکھائی نہیں دیتی۔ مگر مسلمان ان تمام تفکرات سے بالکل آزاد نظر آ رہے ہیں اور باوجود اس نازک زمانہ کے پھر بھی وہ خوابِ خرگوش سے بیدار نہیں ہوتے۔ حالانکہ موجودہ حالات جھنجوڑ جھنجوڑ کر مسلمانوں کو بیدار کر رہے ہیں مگر وہ ہیں کہ کروٹ ہی نہیں لیتے۔ جب تک مسلمان اس طرح غافل پڑے رہیں گے جب تک مسلمان اپنے آپ کو منظم نہیں کریں گے جب تک مسلمان اپنے مالوں کو غیر اقوام سے بھی بڑھ چڑھ کر قربان نہ کریں گے وہ کبھی چین اور سکھ کی زندگی بسر نہیں کر سکتے۔ اس وقت جانی قربانی اتنی اہمیت نہیں رکھتی جتنی مالی قربانی۔ مگر افسوس کہ مسلمانوں کا ہاتھ اپنی جیبوں

٭ یہ شعر غالباً شاہ عالم کا ہے۔ مولانا محمد حسین آزاد نے بھی اپنی مشہور کتاب آبِ حیات کے صفحہ ۲۲ پر اس شعر کو درج کیا ہے۔ (مرتّب)

کی طرف اُٹھتا نظر ہی نہیں آتا۔ میں جب دلّی گیا تو لوگوں نے مجھ سے ایسے واقعات کا ذکر کیا ان کو بھی میں نے یہی کہا تھا کہ اگر چندہ کے ذریعہ مسلمانوں سے روپیہ اکٹھا کیا جائے تو ان کی حالت سُدھر سکتی ہے۔ مگر انہوں نے کہا ہم کیا کریں۔ لوگ روپیہ نہیں دیتے۔ پس آج یہ حالت ہے کہ مسلمان یہ تو برداشت کر لیتا ہے کہ اس کی بیوی بچوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔ مسلمان یہ تو برداشت کر سکتا ہے کہ اس کے گھر کو جلا دیا جائے اور مسلمان یہ تو برداشت کر سکتا ہے کہ اس کے مال کو لوٹ لیا جائے اور وہ اس کے لئے بھی تیار ہو جاتا ہے کہ دشمن کو قتل کر دے یا اس کے گھر کو جلا دے مگر وہ یہ ہرگز برداشت نہیں کر سکتا کہ اپنے مال کا دسواں حصّہ ہی اپنے ہاتھ سے دے کر اپنی قوم اور اپنی جان کو بچائے۔ پس یہ وہی زمانہ ہے کہ اگر جان مانگو تو حاضر اور اگر مال مانگتے ہو تو ہمیں اس میں اعتراض ہے۔ یہ موجودہ دَور نہایت ہی نازک حالات میں سے گذر رہا ہے۔ اور عید قربان ہمیں یہی سبق سکھاتی ہے کہ صرف جانوں کو ہی نہیں بلکہ اپنے اموال کو بھی قربان کرو۔ چنانچہ جہاں اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے ذریعہ یہ سنّت قائم کی کہ جانوں کو قربان کیا جائے۔ جہاں یہ فرمایا کہ انسانی قربانی ناجائز قرار دی جاتی ہے وہاں ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ بسا اوقات صرف جانی قربانی سے کام نہیں چلتا بلکہ اس کے ساتھ مالی قربانی بھی ہونی چاہیئے، ورنہ تمہاری قربانیاں حقیقت کا رنگ اختیار نہیں کر سکتیں۔ آج غیر احمدی مسلمانوں پہ وہی دَور آیا ہوُا ہے کہ مالی قربانی کا نام ہی نہیں لیتے۔ آخر احمدی بھی تو مسلمانوں میں سے ہی آئے ہوئے ہیں احمدی خواہ اتنی قربانی نہ کریں جتنی قربانی کا خدا تعالےٰ ان سے مطالبہ کر رہا ہے اور خواہ وہ اتنی قربانی نہ کریں جتنی قربانی کا مطالبہ ان کا امام ان سے کر رہا ہے بہرحال جماعت احمدیہ نے قربانی کی ایک مثال دنیا میں قائم کر دی ہے۔ ایک چھوٹی سی جماعت ہونے کے باوجود دنیا بھر کے کونے کونے میں اسلام کے مشن قائم کر دیئے ہیں۔ ہمارے نوجوان اپنی نوکریاں چھوڑ کر اپنے عزیز و اقارب کی محبّت کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنے امام کے حکم پر لبیک کہتے ہوئے اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے نکل گئے ہیں۔ پس خدا تعالیٰ کے فضل سے احمدی جانی قربانی بھی پیش کر رہے ہیں اور مالی قربانی بھی پیش کر رہے ہیں۔ وہ جانی قربانی بھی نہایت اعلیٰ درجہ کی تھی جو ہمارے احمدیوں نے افغانستان اور دوسرے غیر ممالک میں شہید ہو کر پیش کی تھی۔ لیکن یہ جانی قربانی بھی قابلِ قدر ہے جو ہندوستان کے کئی علاقوں میں احمدیوں نے پیش کی ہے۔ ہندوستان میں بھی انہیں طرح طرح کی مصائب اور تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ ان کا بائیکاٹ کر دیا گیا اور وہ خود بھی اور ان کے بیوی بچے بھی فاقوں سے رہے۔ پھر یہ بھی عظیم الشان جانی قربانی ہے کہ ہماری جماعت کے سینکڑوں

نوجوانوں نے اپنی زندگیاں اسلام کے لئے وقف کی ہوئی ہیں۔ اور ان کو ایک لمبے عرصہ کے لئے غیر ممالک میں بھیج دیا جاتا ہے۔ وہ اپنے وطن اور عزیزوں کی محبت کو فراموش کرتے ہوئے اور اپنے پیش نظر صرف ایک ہی مقصد کو رکھتے ہوئے کہ انہوں نے کفر کے قلعوں پر اسلامی جھنڈے کو گاڑنا ہے اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لائے ہوئے دین کو دوبارہ دنیا میں اسی شان و شوکت سے قائم کرنا ہے جس طرح آج سے ساڑھے تیرہ سو سال قبل قائم ہوا تھا نہایت قلیل گذارے پاتے ہوئے ان علاقوں میں پہنچ جاتے ہیں جہاں انہیں نہایت غربت کے ساتھ اپنی زندگی کے دن بسر کرنے پڑتے ہیں۔ نہ وہاں ان کا کوئی دوست ہوتا ہے نہ آشنا وہ ایسے ایسے غیر مانوس علاقوں میں پہنچتے ہیں جہاں سوائے خدا کے کوئی بھی ان کا پرسان حال نہیں ہوتا۔ وہ اگر بیمار ہو جائیں تو ان کا تیمار دار کوئی نہیں ہوتا اور اگر انہیں کوئی تکلیف پہنچ جائے تو کوئی تسلّی دینے والا نہیں ہوتا۔ مگر پھر بھی وہ اپنے عزم پر چٹان کی سی مضبوطی سے قائم رہتے ہیں۔ بعض اوقات ان کو درختوں کے پتے کھا کر یا پیٹ پر پتھر باندھ کر گذارا کرنا پڑتا ہے مگر وہ اپنے پائے استقلال میں تزلزل نہیں آنے دیتے۔ یہ سب باتیں جانی قربانی میں شامل ہیں۔ اس کے علاوہ ان کے گھروں میں جو حالت ہوتی ہے وہ بھی جانی قربانی کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے۔ ان مبلغین کی بیویاں آٹھ آٹھ دس دس سال تک ان کی واپسی کے انتظار میں گذار دیتی ہیں، ان کے بچے نہایت غربت اور جدائی کی زندگی بسر کرتے ہیں اور ان کی تعلیم و تربیت کا دہرا بوجھ ان پر ہوتا ہے۔ یہ بھی جانی قربانی ہے۔ پس آج دنیا میں صرف ہماری جماعت ہی ہے جو مالی قربانی بھی کر رہی ہے اور جانی قربانی بھی کر رہی ہے۔ احمدی کوئی آسمان سے تو نہیں آئے یہ بھی انہی مسلمانوں میں سے ہیں۔ اور یہ صرف تین چار لاکھ کی قلیل تعداد میں ہوتے ہوئے بھی جو کچھ کر رہے ہیں وہ ساری دنیا کے مسلمان بھی نہیں کر سکتے۔ اس وقت ہندوستان میں دس کروڑ مسلمان ہیں۔ اس کے یہ معنے ہوئے کہ وہ احمدیوں سے دو سو گنے زیادہ ہیں گویا ایک احمدی کے مقابلہ میں دو سو غیر احمدی ہیں۔ دیکھو یہ کتنا بھاری فرق ہے۔ ہماری جماعت خدا تعالیٰ کے فضل سے پچیس لاکھ روپیہ سالانہ چندوں میں دیتی ہے۔ جس میں سے کچھ تحریک جدید اور کچھ چندہ عام اور کچھ دوسری مدات میں آتا ہے اس میں سے اگر چار یا پانچ لاکھ روپیہ باہر کی جماعتوں کا نکال دیں تو بیس لاکھ روپیہ سالانہ صرف ہندوستان کی جماعتوں کا بنتا ہے اگر ہماری جماعت کی طرح ہندوستان کے دوسرے مسلمان بھی چندہ اکٹھا کریں تو چالیس کروڑ روپیہ سالانہ چندہ اکٹھا ہو سکتا ہے اور چالیس کروڑ روپیہ سالانہ وہ آمدن ہے جو چالیس پچاس سال پہلے حکومت ہند کی ہوا کرتی تھی۔ چالیس کروڑ روپیہ ہندوستان کے سب سے امیر صوبہ

کی پوری آمدن سے بھی دُگنی رقم ہے۔ پس اگر باقی مسلمان بھی ہماری جماعت کے برابر قربانی کریں تو چالیس کروڑ روپیہ سالانہ کی رقم اکٹھی کر سکتے ہیں اور اس رقم سے وہ اپنی ہر قسم کی مشکلات کو آسانی سے دُور کر سکتے ہیں مثلاً آجکل ایک ہوائی جہاز پچیس تیس ہزار روپیہ میں مل سکتا ہے اور ایک لاکھ روپیہ میں چار ہوائی جہاز خریدے جا سکتے ہیں۔ اور ایک کروڑ روپے میں چار سو ہوائی جہاز خریدے جا سکتے ہیں۔ چار سو ہوائی جہاز وہ طاقت ہے جس سے دنیا کے ہر گوشے کے مسلمانوں کی نگرانی اور خبر گیری کی جا سکتی ہے۔ اگر وہ لوگ ہمارے برابر قربانی کریں تو چالیس کروڑ روپیہ سالانہ اکٹھا کر سکتے ہیں اور اگر اس میں سے صرف ایک کروڑ روپیہ کے ہوائی جہاز خرید لیں تو تمام دنیا کے مسلمانوں کی خبر گیری ہو سکتی ہے۔ بہار کے متعلق اخبارات کی رپورٹوں سے پتہ چلتا ہے کہ وہاں چار سو مسلمان مارے گئے ہیں مگر ہماری جماعت کے آدمیوں نے جو رپورٹ بھجوائی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ صرف ایک علاقہ میں ہی دو ہزار مسلمان مارے گئے ہیں اور یہ بھی خبر ہے کہ ایک جگہ تین سو میل کے لمبے علاقہ کے اندر کوئی ایک مسلمان بھی نہیں رہا، سب مارے گئے ہیں۔ یہ حالت مسلمانوں کی کیوں ہوئی اس لئے کہ ان کی خبر لینے والا کوئی نہ تھا اور وہ خود اپنی خبر کسی کو پہنچا نہ سکتے تھے اور مسلمانوں کو پتہ بھی نہیں کہ کون مرا اور کون جیا۔ اب مسلمان لیڈر اعلان کر رہے ہیں کہ ہمیں سب حالات کا علم دیا جائے مگر سوال تو یہ ہے کہ ان کو پتہ کون دے چونکہ مسلمانوں میں مالی قربانی کی عادت نہیں اس لئے یہ انتظام ہونا مشکل ہے ایسے انتظامات جانی قربانی سے نہیں بلکہ مالی قربانی سے ہُوا کرتے ہیں۔ اگر مسلمان مالی قربانی کرتے تو انہیں یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔ اسی طرح اور ہزاروں طریق اور ذرائع ہو سکتے تھے جن کو استعمال کر کے ایسے فسادات کا اندفاع ہو سکتا تھا۔ اگر دوسرے مسلمان ہماری جماعت کا دسواں حصہ بھی قربانی کرتے تو چار کروڑ روپیہ سالانہ کی رقم فراہم کر سکتے تھے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ آج کا مسلمان جانی قربانی تو دیتا ہے مگر مالی قربانی سے دریغ کرتا ہے۔ آج کا جھوٹا ابراہیم جانی قربانی تو کر سکتا ہے مگر سچے ابراہیمؑ کی طرح اس کے ساتھ دُنبہ قربان نہیں کر سکتا حالانکہ قومی ترقی کے لئے بسا اوقات دُنبے کی قربانی نہایت ضروری ہوتی ہے۔ آج دنیا میں صرف اور صرف ہماری جماعت ہے جو دونوں قسم کی قربانیاں کر رہی ہے۔ وہ جانی قربانی بھی پیش کر رہی ہے اور دُنبے کی قربانی بھی پیش کر رہی ہے۔

مَیں عید کے خطبہ کے بعد اب اس طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ بعض چھوٹی چیزوں سے بھی ایمان کی آزمائش کیا کرتا ہے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہر عید کے ساتھ کچھ چھوٹی چھوٹی باتیں رکھ دی ہیں۔ ان میں سے پہلی بات جو ہر عید کے ساتھ رکھی ہے یہ ہے کہ عید

کے دن غسل کیا کرو۔ دوسری بات یہ ہے کہ عید کے دن یا تو نئے کپڑے پہنے جائیں ورنہ احتیاط سے دھو کر پرانے ہی پہن لئے جائیں۔ تیسری بات یہ ہے کہ ہر عید کے موقعہ پر عطر ضرور لگایا جائے۔ چوتھی بات جو صرف اس عید الاضحیہ کے لئے ہے یہ ہے کہ جب دو مسلمان گھر پر یا رستہ میں ملیں اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد پڑھا کریں۔ مگر کتنے مسلمان ہیں جو باقاعدہ ان باتوں پر عمل کرتے ہیں۔ ہمارے ملک کے لوگ کپڑے بدلنے میں غلو کر لیتے ہیں اور خاص کر شہروں میں تو بہت زیادہ ہوتا ہے اور وہ لوگ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منشاء سے بھی آگے نکل جاتے ہیں۔ گاؤں والے تو بیچارے سیدھے سادے ہوتے ہیں اور پرانے کپڑے ہی دھو کر پہن لیتے ہیں مگر شہری لوگ بہت زیادہ غلو اور اسراف سے کام لیتے ہیں جو ناجائز ہے اس کے علاوہ مسلمانوں کو عام طور پر مجالس میں آتے وقت صفائی کا خیال نہیں ہوتا رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی احکام مجالس میں صفائی کر کے آنے کے بارہ میں ارشاد فرمائے ہیں۔ جن میں سے پہلا حکم بلا ناغہ مسواک کرنا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اپنے منہ کو ہمیشہ صاف رکھا کرو اس کے متعلق میں نہیں جانتا کہ اسلامی ممالک میں اس پر کس حد تک عمل ہو رہا ہے۔ مگر ہندوستان میں سو میں سے ۹۹ فیصدی مسلمان رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں بلکہ میرا تو یہ خیال ہے کہ ہزار میں سے ایک آدمی بھی اس حکم پر پوری طرح عمل کرنے والا نہ ہوگا۔ اگر کسی کو اس کے متعلق شبہ ہو رہیاں تو معانقہ کا رواج نہیں) تو کسی سے معانقہ کر کے دیکھ لو اور اپنے ساتھی کے منہ کو سونگھو تو نہیں پتہ لگ جائے گا کہ یہ آدمی کا منہ نہیں سنڈاس ہے جو شخص منہ کی صفائی نہیں رکھتا اگر وہ قریب آجائے تو ہمارا ناک ہمیں بتا دیگا کہ اس نے کبھی منہ کی صفائی نہیں کی۔ مجھے اللہ تعالےٰ نے خاص طور پر قوتِ شامہ عطا کی ہے اور مجھے بعض اوقات ایسی باتوں سے سخت تکلیف ہوتی ہے مثال کے طور پر بیعت کے وقت بیعت کرنیوالا مجھ سے فٹ ڈیڑھ فٹ پر بیٹھا ہوتا ہے مگر الّا ماشاء اللہ سب کے منہ سے بُو آتی ہے اور بعض اوقات بیعت سے توجہ ہٹ جاتی ہے۔ بسا اوقات وہ بُو اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ مجھ سے برداشت نہیں ہو سکتی۔ حالانکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منہ کی صفائی کا اتنا خیال تھا کہ کئی کئی دفعہ دن میں مسواک کرتے تھے۔ پس منہ کی صفائی کے لئے مسواک نہایت ضروری چیز ہے یہ بحث فضول ہے کہ منجن اچھے ہیں یا مسواک اچھی ہے۔ آجکل کے ڈاکٹروں کا دعویٰ ہے کہ منجن مسواک سے اچھے ہیں مگر اصل مدعا تو یہ ہے کہ ان دونوں چیزوں میں سے کسی ایک کا تو باقاعدہ استعمال کیا جائے۔ اور منہ کی بُو کو دور کیا جائے۔ خواہ وہ مسواک سے دور ہو یا منجن سے بہرحال منہ کو صاف رکھنا ضروری ہے تاکہ وہ دوسروں کی طبائع پر بُرا اثر ڈالنے کا موجب

نہ ہو مگر عام طور پر لوگ منہ کی صفائی نہیں کرتے جس کی وجہ سے وہ عید کو خراب کر دیتے ہیں۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو حکمتیں اس کے اندر رکھی ہیں وہ ضائع ہو جاتی ہیں۔
پھر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کوئی ایسی چیز کھا کر مسجد میں نہ جاؤ جس سے تمہارے مونہوں سے بُو آئے اور نمازیوں کی نماز میں خلل واقع ہو ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ کچا پیاز کھا کر انسان ہرگز مسجد میں نہ جائے[۱] اس سے فرشتوں کو اذیت پہنچتی ہے۔ مگر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ چونکہ فرشتے نظر نہیں آتے اس لئے ان کو بُو بھی نہیں آتی اور اذیت بھی نہیں پہنچ سکتی۔ پھر بعض لوگ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ یہ صرف پیاز ہی کی شرط ہے کہ نہ کھایا جائے حالانکہ پیاز سے بھی زیادہ مولی کا ڈکار متعفن ہوتا ہے۔ اور وہ اتنا سخت متعفن ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص آٹھ یا دس گز کے فاصلہ پر بھی ڈکار لے تو اس کی بُو سے سر چکرا جاتا ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ فرمایا ہے اس کا منشاء یہ ہے کہ ہر چیز جو اپنے اندر بُو رکھتی ہے اس کو کھا کر مجالس یا مساجد میں نہیں جانا چاہیئے۔ آپ نے پیاز کا نام صرف مثال کے طور پر لیا ہے ورنہ اس حکم میں ہر وہ چیز شامل ہے جس سے بُو پیدا ہوتی ہے۔ اور فرشتے کے متعلق یہ خیال کہ وہ صرف رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں آیا کرتا تھا اور اب نہیں آتا، یہ صرف قلتِ تدبّر کا نتیجہ ہے اور ایسا خیال بالکل باطل ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس فرشتہ کے متعلق ارشاد فرمایا ہے اس سے مراد مومن فرشتہ ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو عورتوں نے یہی کہا تھا کہ مَا هٰذَا بَشَرًا ۭ اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ[۲] یہ شخص تو بشر نہیں ہے یہ فرشتہ ہے۔ مگر تعجب ہے کہ مصر کے کفار تو اس بات کو سمجھتے تھے کہ مومن کو ہی فرشتہ کہتے ہیں مگر جو مومن ہیں وہ نہیں سمجھ سکتے کہ فرشتہ کس کو کہتے ہیں جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پیاز کھا کر مسجد میں نہ آؤ کیونکہ اس سے فرشتے کو اذیت ہوتی ہے۔ تو وہ فرشتے تم ہو اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ ارشاد فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ مومن جو میرے احکام پر پوری طرح عمل کر کے مجالس میں آتا ہے اس کو اس شخص کے منہ کی بُو سے اذیت اور تکلیف پہنچتی ہے جو ان احکام پر عمل نہیں کرتا پس فرشتہ سے مراد وہ مومن ہے جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام پر پوری طرح عمل کرتا ہے۔
پھر بعض اوقات ان ساری باتوں پر عمل کرنے کے باوجود بھی کچھ کوتاہی ہو جاتی ہے مثلاً بعض لوگوں کو بغل گند[۳] ہوتی ہے یا بعض کے پیروں کی انگلیوں میں بُو ہوتی ہے۔ اس کے لئے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عطر لگا کر آیا کرو[۴] پس پہلی بات جو مجالس میں آنے کے لئے نہایت

ضروری ہے وہ مُنہ کی صفائی ہے۔ دوسری یہ ہے کہ کوئی ایسی چیز نہ کھائی جاوے جس سے مُنہ میں بُو پیدا ہو۔ تیسری یہ ہے کہ نہا دھو کر بدن اور کپڑوں کی اچھی طرح صفائی کر کے آؤ۔ اور چوتھی یہ ہے کہ چونکہ بعض کو بغل گند یا اور کسی قسم کی تکلیف ہوگئی ہے جو صفائی کرنے سے بھی نہیں جا سکتی اس لئے سب کے لئے حکم ہے کہ عطر لگا کر آؤ۔ خصوصاً عیدین اور جمعہ کے موقعہ پر سب لوگوں کو عطر لگانے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ کسی شخص کی وجہ سے دوسرے مومن کو تکلیف نہ ہو یعنی ایسے مومن کو جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام پر پوری طرح عمل کر کے فرشتہ بن کر مجلس میں آتا ہے۔ **بظاہر یہ چھوٹے چھوٹے احکام ہیں مگر اپنے اندر بڑی بڑی حکمتیں رکھتے ہیں چونکہ نمازوں** میں توجہ کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ اگر ایسے لوگ بھی نمازوں میں شامل ہوں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان حکمت بھری باتوں پر عمل نہیں کرتے تو نماز سے توجہ ہٹ جاتی ہے۔

اب تو میں تمام نمازوں میں امام ہوتا ہوں مگر جب میں اپنی خلافت سے پہلے مقتدی ہوتا تھا تو بعض دفعہ میری نماز خراب ہو جایا کرتی تھی اور لوگوں کے مونہوں کی بُو کی وجہ سے نماز کی طرف توجہ رکھنی مشکل ہو جاتی تھی۔ پس نماز کو صحیح طریق سے ادا کرنے کے لئے توجہ نہایت ضروری ہے، اور توجہ کے لئے ضروری ہے کہ کوئی ایسی حرکت نہ ہو جس سے نماز کی طرف سے توجہ کے ہٹ جانے کا احتمال ہو۔ پھر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ مساجد میں شور نہ کیا کرو[۱۱]۔ اس لئے نمازوں میں عورتوں کو سب سے پیچھے رکھنے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ ان کے ساتھ بچے بھی آجاتے ہیں اور وہ شور مچاتے ہیں۔ عورتوں کو پیچھے رکھنے سے علاوہ پردہ کا انتظام کرنے کے یہ بھی غرض ہے کہ اگر بچے شور مچائیں تو نمازیوں کی نماز خراب نہ ہو۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دفعہ نماز پڑھا رہے تھے کوئی بچہ رو دیا تو آپؐ نے نماز جلد پڑھا کر ختم کر دی[۱۲]۔ پس نمازوں میں توجہ کے لئے ضروری ہے کہ ان احکام پر پوری طرح عمل کیا جائے خصوصاً عیدین اور جمعہ کی نمازوں کے مواقع پر ان باتوں پر پوری طرح عمل کیا جائے تاکہ عبادت بابرکت ہو اور توجہ کا موجب ہو اور نمازیوں کی نمازوں میں حرج واقعہ نہ ہو۔

اسی طرح مومن کے لئے ضروری ہے کہ وہ ذکر الٰہی کی عادت ڈالے مگر آجکل لوگ اس پر بہت کم عمل کرتے ہیں اور عید کے مواقع پر دنیوی اور غیر ضروری رسم ورواج کی طرف چلے جاتے ہیں۔ اکثر لوگ ایسے مواقع پر طرح طرح کی عیاشیوں ناچ گانے اور تماشے کی طرف بہت زیادہ رغبت رکھتے ہیں اور یہ سب نقائص اجتماعی عیدوں کے مواقع پر پیدا ہوتے ہیں اسی لئے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجتماعی عیدوں کے مواقع پر خاص طور پر حکم دیا کہ ذکر الٰہی کثرت سے کیا کرو[۱۳]۔ مگر کثرت سے اور زائد ذکر الٰہی تو الگ رہا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم

نے جو احکام دیئے تھے ان کی بھی پوری پابندی نہیں کی جاتی۔ مثلاً اس عید کے موقع پر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد کا کثرت سے ذکر کیا جائے۔ آپ اس موقع پر صحابہ سے فرمایا کرتے تھے کہ ٹیلے پر چڑھو تو یہ ذکر کرو اور ٹیلے سے اترو تو بھی لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر پڑھا کرو اور جب ایک دوسرے کے سامنے آؤ تو بھی ذکر بلند آواز سے پڑھا کرو۔

مَیں نے پچھلے چند سالوں سے متواتر اپنی جماعت کو اس طرف توجہ دلائی ہے مگر ابھی تک اس نے پوری توجہ نہیں کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگ ایسے اذکار کو اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں لیکن اگر ان میں ... اندر کوئی شان ہے تو وہ ذکر الٰہی کرنے سے جائے گی نہیں بلکہ اور بھی زیادہ ہوگی۔ جو چیز محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے خلاف ہے وہ ہرگز شان نہیں کہلا سکتی۔ وہ شان نہیں بلکہ شیطان ہے۔

آج عید گاہ کی طرف آتے ہوئے رستے میں مَیں نے دیکھا کہ لوگ ادھر ادھر کی باتیں کرتے ہوئے آرہے تھے اور ان کی زبان پر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر کا ذکر نہ تھا۔ حالانکہ مَیں اور میرے ساتھی سب یہ ذکر الٰہی کرتے آرہے تھے۔ اور ہم جس کے پاس سے بھی گذرے ہم نے لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر پڑھا۔ مگر ہمارے منہ سے سُنکر بھی کسی نے اس کا جواب نہ دیا۔ حالانکہ مَیں پہلے بھی کئی دفعہ اس طرف توجہ دلا چکا ہوں اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی طریق تھا خصوصًا اس عید کے موقعہ پر یہ ذکر کثرت سے کرتے تھے۔ صحابہؓ ایک دوسرے کو رستہ میں جاتے ہوئے پکڑ لیتے تھے اور کہتے تھے کہ ذکر الٰہی کرو۔ پس جو جھوٹا وقار قائم رکھنے کے لئے ذکر الٰہی کو ترک کرتا ہے اس میں اس کی شان نہیں بلکہ وہ ایک شیطانی فعل کا ارتکاب کرتا ہے بعض لوگ تو اپنے وقار کا اس قدر خیال رکھتے ہیں کہ کسی سے بات ہی نہیں کرتے۔ حالانکہ وقار کی بھی حد ہونی چاہیئے۔ وقار پر اتنا بھی زور نہ دیا جائے کہ بنی نوع انسان کی محبت کے اندر خلیج حائل ہوجائے۔ پس تمھیں چاہیئے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک ایک بات پر عمل کرنے کی کوشش کرو۔ ممکن ہے وہ بات جس کو تم نے چھوٹا سمجھ رکھا ہو۔ وہ حقیقت میں بڑی ہو اور وہی تمھاری اصلاح کا موجب ہوجائے۔ اس لئے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چھوٹی سے چھوٹی بات کو بھی عمل کئے بغیر نہ چھوڑو تاکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور تمہارے اندر پیدا ہو اور تم رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقی معنوں میں تصویر بن جاؤ تاکہ لوگ تمھیں دیکھ کر پکار اٹھیں کہ یہ شخص محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سچے متبعین میں سے ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں ان سب باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ ہم ان پر عمل کر کے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے منشار کو پُورا کرنے والے ہوں اور اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اور دوسرے تمام مسلمان کہلانے والوں کو بھی موجودہ مشکلات اور تکالیف سے اور جو تغیرات زمانہ میں رونما ہورہے ہیں ان سے بھی اپنی حفاظت میں رکھے۔ دوسرے مسلمان گو وہ احمدی نہیں ہیں لیکن چونکہ وہ بھی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام لیواؤں میں ہیں اس لئے وہ بھی ہماری دعاؤں میں شامل ہیں۔

مَیں نے آج اس مضمون پر جو اپنے اس خطبہ میں مسلمانوں کے متعلق شروع کیا تھا زیادہ زور اس لئے نہیں دیا کہ کسی کے دل کو ٹھیس نہ پہنچ جائے جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے ؎

نہ چھیڑ اے نکہتِ بادِ بہاری راہ لگ اپنی
تجھے اٹھکیلیاں سُوجھی ہیں ہم بیزار بیٹھے ہیں[۹]

میرے نزدیک صحیح طریق یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کے حضور رات دن دُعائیں کی جائیں کہ وہ اپنے فضل اور کرم سے اسلام اور مسلمانوں کی عزت کو بچالے اور مسلمانوں کو ہدایت دے کہ وہ مسیح محمدی کو قبول کر کے اُنکی بے چینی اور بے آرامی کی حالتوں کو راحت اور آرام سے بدل لیں۔

اب مَیں دُعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ہم پر اپنے انعامات نازل فرمائے مَیں نے جو خواب چند دن ہوئے عید کے دن کے متعلق دیکھی تھی، وہ اپنے ظاہری رنگ میں تو پوری نہیں ہوئی اور خدا تعالیٰ کے فضل سے دنگہ اور فساد بھی نہیں ہُوا اور بادل بھی نہیں آئے۔ اگر بادل آجاتے تو ہم سمجھ جاتے کہ وہ خواب اپنے ظاہری رنگ میں پوری ہوگئی ہے۔ شاید خدا تعالیٰ کے نزدیک اس خواب والی تاریکی سے وہ تاریکی مراد ہو جو آجکل کے مسلمانوں پر چھائی ہوئی ہے اور ہر طرف مسلمانوں کو ذلت نصیب ہورہی ہے اور ان سیاہ بادلوں سے مراد وہ بادل ہوں جو دشمنوں کی تباہ کن پالیسیوں کی شکل میں مسلمانوں کے سروں پر چھائے ہوئے ہیں اور عید کی قربانی سے مراد اسمٰعیل علیہ السلام کے سچے یا جھوٹے نام لیواؤں کی قربانی ہو۔ (واللہ اعلم بالصواب) (الفضل ۲۴ مئی ۱۹۴۷ء)

لے۔ الصّٰفّٰت ۳۷: ۱۰۳ تا ۱۰۸

ﮯ۔ پیدائش باب ۲۲ آیت ۱۳

۳ھ :- تاریخ احمدیت جلد ۱۰ صفحہ ۵۹۱ - ۵۹۲

۴ھ - شہدائے افغانستان کے متعلق دیکھیں نوٹ صـ۱۸۷ ان کے علاوہ البانیہ کے ممتاز احمدی شریف دوتسا اپنے خاندان سمیت کمیونسٹ حکومت کے ہاتھوں نہایت بیدردی سے شہید کر دیئے گئے۔ شریف دوتسا صاحب یورپ کے پہلے احمدی تھے جنہوں نے جام شہادت نوش کیا (تاریخ احمدیت جلد ۱۰ صـ۵۸۳)

حضرت مولانا عبیداللہ صاحب اور حضرت شہزادہ عبدالمجید صاحب بھی علی الترتیب ماریشس اور ایران میں اعلائے کلمۃ اللہ کرتے ہوئے فوت ہوئے اور شہادت کا درجہ پایا۔ (تاریخ احمدیت جلد ۵ صـ۱۹۰-۱۹۱ و صـ۴۴۱-۴۴۲)

۵ھ - سنن ابن ماجہ صلاۃ العیدین باب ماجاء فی الاغتسال فی العیدین

۶ھ - صحیح بخاری کتاب العیدین باب ماجاء فی العیدین والتجمل فیھما۔ سُنن کبریٰ جلد ۳ صـ۲۸۱

۷ھ - جامع ترمذی ابواب الجمعۃ باب السواک والطیب ۔ کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ مؤلفہ عبدالرحمٰن الجزیری جزاوّل صـ۳۵

۸ھ - سُنن کبریٰ جلد ۳ صـ۳۱۲ ۔ کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ مؤلفہ عبدالرحمٰن الجزیری جزاوّل صـ۳۵۶

۹ھ - صحیح بخاری کتاب الوضوء باب السواک، جامع ترمذی ابواب الطہارۃ باب ماجاء فی السواک ۔ سنن ابن ماجہ کتاب الطہارۃ وسننھا باب السواک ۔

۱۰ھ - صحیح بخاری کتاب الاذان باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من اکل الثوم والبصل فلا یقربن مسجدنا ۔ سنن ابی داؤد کتاب الاطعمۃ باب فی اکل الثوم

۱۱ھ - یوسف ۱۲ : ۳۲

۱۲ھ - مخزن الجواہر مؤلفہ شمس الاطباء حکیم و ڈاکٹر غلام جیلانی خان صـ۳۳۰

۱۳ھ - جامع ترمذی ابواب الجمعۃ باب السواک والطیب ۔ مؤطا امام مالک کتاب الصلوٰۃ باب الھیئۃ وتخطی الرقاب والاستقبال الامام یوم الجمعۃ ۔

۱۴ھ - صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب یرفع الصوت فی المسجد

۱۵ھ - صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب من اخف الصلوٰۃ عند بکاء الصبیّ

۱۶ھ - سُنن کبریٰ جلد ۳ صـ۳۱۵ ، سُنن دارقطنی جلد ۲ صـ۲۴

۱۷ھ - سُنن کبریٰ جلد ۳ صـ۳۱۲

۱۸ھ - سنن دارقطنی جلد ۲ صـ۵ مطبوعہ قاہرہ ۱۹۶۶ء سُنن کبریٰ جلد ۳ صـ۳۱۲

۱۹ھ - کشف الغمہ جلد ۱ صـ۱۳۱ مطبوعہ مصر

۲۰ھ - یہ شعر سید انشاء اللہ خاں انشاءؔ (وفات ۱۲۳۳ھ) کا ہے (آبِ حیات مصنفہ مولانا محمد حسین آزاد صـ۲۹۱ مطبوعہ لاہور ۱۹۵۰ء بار پانچ)